سلسلۂ تقاریر الٓمّٓ

سورۂ بقرہ

ڈاکٹر اسرار احمد

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
الٓمّٓ ٥ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ٥

قرآنِ حکیم کی جن ۲۹ سورتوں کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوتا ہے ان میں سے اب صرف دو کا ذکر باقی ہے۔ اور وہ ہیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جو مصحف میں سورۂ فاتحہ کے فوراً بعد واقع ہوئی ہیں۔ جن کا آغاز ہوتا ہے حروف مقطعات 'الٓمّٓ' سے۔ ان کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ رائے پہلے نقل کی جاچکی ہے کہ یہ حروف قائم مقام ہیں اس جملے کے کہ " اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ (میں اللہ سب سے بڑھکر جاننے والا ہوں) واللہ اعلم!

ان دونوں سورتوں کے مابین معنوی اعتبار سے بھی اور ظاہری اعتبار سے بھی بڑی گہری مشابہتیں ہیں اور نہایت گہرا ربط ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان دونوں کو ایک نام دیا ہے "الزھراوین" دو انتہائی روشن اور تابناک سورتیں۔ اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ان سورتوں کو پڑھیں گے اور ان سے محبت رکھیں گے، میدان حشر میں یہ سورتیں دو بدلیوں کی صورت میں ظاہر ہونگی اور اپنے اُن چاہنے والوں، پڑھنے والوں پر سایہ کرینگی۔ سورۂ بقرہ قرآن حکیم کی عظیم ترین سورہ ہے۔ اسکا ایک تو ظاہری پہلو ہے یعنی کہ حجم کے اعتبار سے سب سے بڑی سورۃ ہے جو مصحف کے تقریباً ڈھائی پاروں پر محیط ہے۔ ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوعوں پر مشتمل ہے اور ایک اس کی عظمت کا معنوی پہلو ہے جس کی طرف اشارہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول مبارک میں۔ لِكُلِّ شَيْئٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

یعنی ہر چیز کی ایک چوٹی ہوتی ہے ہر چیز کا ایک نقطۂ عروج اور نقطۂ کمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی چوٹی (CLIMAX) یعنی اس کا نقطۂ عروج سورۃ بقرہ ہے۔ مضامین کے اعتبار سے اس سورۂ مبارکہ کو سورۃ الاُمّتین قرار دیا جاسکتا ہے۔ یعنی دو اُمّتوں کی سورہ۔ اسلیے کہ اس کے تقریباً دو مساوی حصّے قرار دیئے جاسکتے ہیں پہلے حصّہ میں اکثر و بیشتر خطاب کا رخ یا روئے سخن سابقہ امّت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل کی جانب ہے اور دوسرے حصّے میں خطاب ہے براہِ راست امّت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بحیثیت اُمّتِ مسلمہ۔ یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ بنی اسرائیل سابقہ امت مسلمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا انعام و اکرام کیا۔ رسالت کا سلسلہ ان میں جاری رہا۔ شریعت ان کو عطا ہوئی۔ توراۃ، زبور اور انجیل جیسی کتابیں ان کو عطا فرمائی گئیں۔ تقریباً ۲ ہزار برس تک یہ امت روئے ارضی پر اللہ کی نمائندہ اُمت رہی۔ اس کی شریعت و ہدایت کی حامل لیکن اپنے اخلاقی، علمی اور اعتقادی زوال کے باعث اور اضمحلال کے سبب سے بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اُس مقام اور مرتبے سے معزول فرمادیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بنیاد پر ایک نئی اُمت کی تاسیس فرمائی۔ یہ نئی اُمت دراصل اُمتِ محمدؐ ہے، جو اب موجودہ امّت مسلمہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اس امت کو اب اس مقام پر فائز فرمایا گیا جس مقام پر اس سے پہلے بنی اسرائیل فائز تھے، چنانچہ اس سورۂ مبارکہ کا پہلا حصّہ جو ۱۸ رکوعوں پر مشتمل ہے اور جس میں ۱۵۲ آیات ہیں۔ اسمیں خطاب یا تو براہ راست ہے بنی اسرائیل سے چنانچہ دس رکوع جو درمیانی ہیں ان میں یہ خطاب براہِ راست ہے نام لیکر یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ اور یا روئے سخن ان کی جانب ہے یعنی بالواسطہ خطاب ہے چنانچہ ابتدائی چار رکوعوں میں پہلے ۲ میں تین قسم کے انسانوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک وہ لوگ جو قرآن مجید کی ہدایت سے کماحقہ، استفادہ کر رہے تھے۔ دوسرے وہ جو انکار اور کفر پر اڑ گئے تھے اور تیسرے وہ تھے جو بین بین تھے زبان سے تو مدّعی تھے ایمان کے حقیقتاً ماننے والے نہیں تھے۔ یہ تیسرا کردار زیادہ تفصیل کے ساتھ سامنے لایا گیا اس لیے کہ یہ راست آتا ہے منافقین پر بھی اور یہود پر بھی۔ پھر دو رکوعوں میں قرآن مجید کی اساسی دعوت اور اسکا بنیادی فلسفہ اور اس کی اساسی حکمت بیان ہوئی ہے۔ جو قرآن مجید میں مکی سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آچکی ہے۔ یہاں ان کا ایک لب لباب اور ایک خلاصہ دے دیا گیا تاکہ یہ آئندہ کے مباحث کے لیے ایک جامع تمہید بن جائے۔

پھر خطاب شروع ہوا بنی اسرائیل سے پانچویں رکوع میں خطاب شروع ہوا بنی اسرائیل سے بڑی دلسوزی کے ساتھ اس کو دعوت دی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی۔

یٰبَنِیۡٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ ۚ وَ اِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿﴾ وَ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَ لَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ ۪ وَ لَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿﴾

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے تم پر فرمائی، اور پورا کرو میرا عہد تاکہ میں پورا کروں تمہارے عہد کو اور مجھ ہی سے ڈرو میرے سوا کسی اور سے خوف نہ کھاؤ۔ اور ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ہے جو تصدیق کرتے ہوئے آیا ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے۔ اور دیکھنا کہیں تم ہی اس کے سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جانا۔ اور صرف میرا تقویٰ اختیار کرو۔"

یہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن مجید پر ایمان کی نہایت پر زور دعوت۔ چھٹے رکوع سے اب بیان شروع ہوتا ہے جسے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک مفصل فرد قرار داد جرم ہے جو بنی اسرائیل پر عائد کی گئی کہ تمہارے یہ یہ کرتوت ہیں، اور تمہاری یہ وہ اخلاقی زوال کی نشانیاں ہیں، تمہاری یہ اعتقادی گمراہیاں ہیں کہ جنکے سبب سے اب تم اسکے اہل نہیں رہے کہ اس منصب پر تمہیں برقرار رکھا جائے جس پر کہ تم دو ہزار برس تک فائز رہے ہو۔ اس کے بعد پندرھویں سے لیکر اٹھارھویں رکوع تک یعنی چار رکوعوں میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے یہ چار رکوع تحویلی ہیں یعنی جن میں تحویل قبلہ کا حکم آیا ہے اور یہ تحویل قبلہ علامت (SYMBOL) ہے اس بات کی کہ اب وہ سابقہ قبلے والی قوم معزول کر دی گئی۔ جن کا مرکز بیت المقدس تھا اب وہ اس منصب سے معزول کر دیئے گئے اور اب بیت اللہ کے گرد اس کی بنیاد پر بنی اسماعیل میں سے ایک نئی امت کا آغاز ہو رہا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بنیاد پر اور اب یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اہلِ توحید کا قبلہ رہے گا۔ ان رکوعوں میں وہ عظیم آیت بھی وارد ہوئی ہے جس میں امتِ مسلمہ کی غرضِ تاسیس بیان ہوئی۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا ؕ

یعنی ہر چیز کی ایک چوٹی ہوتی ہے ہر چیز کا ایک نقطۂ عروج اور نقطۂ کمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی چوٹی (CLIMAX) یعنی اس کا نقطۂ عروج سورۂ بقرہ ہے۔ مضامین کے اعتبار سے اس سورۂ مبارکہ کو سورۃ الامتین قرار دیا جاسکتا ہے۔ یعنی دو امتوں کی سورہ۔ اسلیے کہ اس کے تقریباً دو مساوی حصے قرار دیئے جاسکتے ہیں پہلے حصہ میں اکثر و بیشتر خطاب کا رخ یا روئے سخن سابقہ امت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل کی جانب ہے اور دوسرے حصے میں خطاب ہے براہ راست امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بحیثیتِ امتِ مسلمہ۔ یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ بنی اسرائیل سابقہ امت مسلمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا انعام و اکرام کیا۔ رسالت کا سلسلہ ان میں جاری رہا۔ شریعت ان کو عطا ہوئی۔ تورات، زبور اور انجیل جیسی کتابیں ان کو عطا فرمائی گیئں۔ تقریباً ۲ ہزار برس تک یہ امت روئے ارضی پر اللہ کی نمائندہ امت رہی۔ اس کی شریعت و ہدایت کی حامل لیکن اپنے اخلاقی، علمی اور اعتقادی زوال کے باعث اور اضمحلال کے سبب سے بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اُس مقام اور مرتبے سے معزول فرما دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بنیاد پر ایک نئی اُمت کی تاسیس فرمائی۔ یہ نئی اُمت دراصل اُمتِ محمدؐ ہے، جو اب موجودہ امت مسلمہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اس امت کو اب اس مقام پر فائز فرمایا گیا جس مقام پر اس سے پہلے بنی اسرائیل فائز تھے۔ چنانچہ اس سورۂ مبارکہ کا پہلا حصہ جو اٹھارہ رکوعوں پر مشتمل ہے اور جس میں ۱۵۲ آیات ہیں۔ اسمیں خطاب یا تو براہ راست ہے بنی اسرائیل سے چنانچہ دس رکوع جو درمیانی ہیں ان میں یہ خطاب براہِ راست ہے نام لیکر یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ اور یا روئے سخن ان کی جانب ہے یعنی بالواسطہ خطاب ہے چنانچہ ابتدائی چار رکوعوں میں پہلے ۲ میں تین قسم کے انسانوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک وہ لوگ جو قرآن مجید کی ہدایت سے کما حقہ، استفادہ کر رہے تھے۔ دوسرے وہ جو انکار اور کفر پر اڑ گئے تھے اور تیسرے وہ تھے جو بین بین تھے زبان سے تو مدعی تھے ایمان کے حقیقتاً ماننے والے نہیں تھے۔ یہ تیسرا کردار زیادہ تفصیل کے ساتھ سامنے لایا گیا اس لیے کہ یہ راست آتا ہے منافقین پر بھی اور یہود پر بھی۔ پھر دو رکوعوں میں قرآن مجید کی اساسی دعوت اور اسکا بنیادی فلسفہ اور اس کی اساسی حکمت بیان ہوئی ہے۔ جو قرآن مجید میں مکی سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آچکی ہے۔ یہاں ان کا ایک لب لباب اور ایک خلاصہ دے دیا گیا تاکہ یہ آئندہ کے مباحث کے لیے ایک جامع تمہید بن جائے۔

پھر خطاب شروع ہوا بنی اسرائیل سے پانچویں رکوع میں خطاب شروع ہوا بنی اسرائیل سے بڑی دلسوزی کے ساتھ اس کو دعوت دی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی۔

یٰبَنِیۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ وَ اِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ○ وَ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَ لَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ وَ لَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّ اِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ○

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے تم پر فرمائی۔ اور پورا کرو میرا عہد تاکہ میں پورا کروں تمہارے عہد کو اور مجھ ہی سے ڈرو میرے سوا کسی اور سے خوف نہ کھاؤ۔ اور ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ہے جو تصدیق کرتے ہوئے آیا ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے۔ اور دیکھنا کہیں تم بھی اس کے سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جانا۔ اور صرف میرا تقویٰ اختیار کرو۔"

یہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن مجید پر ایمان کی نہایت پر زور دعوت۔ چھٹے رکوع سے اب بیان شروع ہوتا ہے جسے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک مفصل فرد قرار داد جرم ہے جو بنی اسرائیل پر عائد کی گئی کہ تمہارے یہ یہ کرتوت ہیں، اور تمہاری یہ وہ اخلاقی زوال کی نشانیاں ہیں، تمہاری یہ اعتقادی گمراہیاں ہیں کہ جنکے سبب سے اب تم اسکے اہل نہیں رہے کہ اس منصب پر تمہیں برقرار رکھا جائے جس پر کہ تم دو ہزار برس تک فائز رہے ہو۔ اس کے بعد پندرھویں سے لیکر اٹھارھویں رکوع تک یعنی چار رکوعوں میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے یہ چار رکوع تحویلی ہیں یعنی جن میں تحویل قبلہ کا حکم آیا ہے اور یہ تحویل قبلہ علامت (SYMBOL) ہے اس بات کی کہ اب وہ سابقہ قبلے والی قوم معزول کر دی گئی۔

جن کا مرکز بیت المقدس تھا اب وہ اس منصب سے معزول کر دیئے گئے اور اب بیت اللہ کے گرد اس کی بنیاد پر بنی اسماعیل میں سے ایک نئی امت کا آغاز ہو رہا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی بنیاد پر اور اب یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اہلِ توحید کا قبلہ رہے گا۔ ان رکوعوں میں وہ عظیم آیت بھی وارد ہوئی ہے جس میں امتِ مسلمہ کی غرضِ تاسیس بیان ہوئی۔

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا ؕ

مسلمانو! ہم نے تمہیں ایک بہترین امت "امت وسط" اس لیے بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں۔"

یعنی یہ حق کی گواہی دیں تم پر، توحید باری تعالیٰ اور اپنی نبوت کی گواہی دیں تم پر اور تم بھی گواہی دو پوری دنیا کے سامنے۔ یہ حجت قائم کر دیں تم پر اور تم حجت قائم کرو پوری نوع انسانی پر۔ اس لیے کہ ہمارے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے اب اور کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں، رسولوں اور نبیوں کی ذمہ داریاں اے امت محمدؐ اب بحیثیت مجموعی تمہارے کاندھوں پر آگئی ہیں۔ شہادت علی الناس، خلق خدا پر اتمام حجت، خلق خدا کو توحید باری تعالیٰ اور بندگیٔ رب کی دعوت اور صراط مستقیم کی ہدایت دینا اب تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس آیت سے متصلاً قبل اور معاً بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس کے قبول کا اعلان ہے اور اس کے ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار بیان ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

اٹھارہویں رکوع میں اعلان ہوا کہ اسی دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا ظہور ہے جو بعثت محمدی کی شکل میں ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

یہ چار اصطلاحات بڑی اہم ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار انہی چار میں سامنے آتا ہے۔ اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا لوگوں کا تزکیہ کرنا انکی اخلاقی اصلاح کرنا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دینا۔ یہ ہے انقلاب محمدیؐ کا اساسی منہاج ۔

۱۹ ویں رکوع سے اب شروع ہوتا ہے خطاب امت مسلمہ سے چنانچہ ابتداء ہی میں ان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ ایک بڑی نازک ذمہ داری تمہارے کندھوں پر آگئی ہے۔ یہ ایک بڑا بھاری بوجھ ہے۔ یہ پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں بھرا بستر ہے لہذا پہلی بات یہ فرمائی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

"اے اہل ایمان نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ صبر